امام حسن علیہ السلام

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام حسنؑ و امام حسینؑ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں

(ترمذی، ابن ماجہ)

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

امام حسن علیہ السلام

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام حسنؑ و امام حسینؑ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں

(ترمذی، ابن ماجہ)

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

نام کتاب========= امام حسنؑ

نام مصنف========= محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

صفحات ========= ۱۰۶

قیمت ========= 0

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

موبائل نمبر

03477172726 , 03030144460

ایڈریس

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ (۱)

تمام تعریفیں اور توصیفیں اس خالق و ملک کے لیے ہیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا، پھر اسکو ہدایت بخشی اپنے پیاروں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے ذریعے جن میں سے سب سے اونچا مقام عرب کے تاجدار، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دلارے، حضرت عبداللہ کے جگر پارے، اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی جان، امہات المومنین

۱۔ سنن نسائی باب: (خطبہ جمعہ کی کیفیت کا بیان ۱٤٠٥) سنن ابی داود/ النکاح ۳۳ (۲۱۱۸)، وقد أخرجہ: سنن الترمذی/ النکاح ۱۷ (۱۱۰۵)، سنن ابن ماجہ/ النکاح ۱۹ (۱۸۹۲)، (تحفۃ الأشراف: ۹۶۱۸)، مسند احمد ۱/ ۳۹۲، ۴۳۲، سنن الدارمی/ النکاح ۲۰ (۲۲۴۸) (صحیح)

رضی اللہ عنہما کا مان اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان محبوب خدا سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

لاکھوں کروڑوں درود وسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اطہار پر ۔ آپ کے آباؤ اجداد اور آپ کے اہل بیت پر، امہات المومنین رضی اللہ عنہما پر، آپ کی بیٹیوں اور بیٹوں پر خصوصاً سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہم پر اور آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں اس امت کے مجاہدین، داعیین، صالحین، علماء، صلحاء، مشائخ، قراء، اولیاء، اتقیاء، اور اللہ کے فرمابردار بندوں اور اس کی فرمابردار اور ڈرنے والی بندیوں پر اور امت کے جوانوں اور بچوں پر۔

صحابی کی تعریف

صحابی سے مراد وہ شخص ہے جسے اپنی زندگی میں بحالتِ اسلام اپنی آنکھوں سے براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف

نصیب ہوا، اور پھر وہ مسلسل تا دمِ آخر دینِ اسلام پر قائم رہا، اور اسی حالت میں اس کی وفات ہوئی۔ (۱)

اہلِ علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ امت کا کوئی اعلیٰ ترین فرد بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مقام و مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا...... کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مقدس و برگزیدہ ترین افراد تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست استفادہ و کسبِ فیض کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین سیکھا، اللہ کا کلام سیکھا، حکمت و دانش سیکھی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور فیضِ نظر کی بدولت یہ حضرات پاکیزہ و برگزیدہ ترین اشخاص بن گئے...... ان کے دلوں میں ایمان اس قدر راسخ و مضبوط ہو گیا کہ کوئی چیز انہیں کسی صورت راہِ حق سے برگشتہ و منحرف نہیں کر سکتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ان

۱۔: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از: صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ، صفحہ: ۸۳۷، جلد: ۲ (باب: حب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین وایمان، و بغضہم کفر ونفاق وطغیان) نیز: مصطلح الحدیث، از: محمد بن صالح العثیمین، ص: ۵۴۔

حضرات کے ایمان کو رہتی دنیا تک تمام بنی نوعِ انسان کیلئے مثال اور معیار قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: {فَاِن آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمنتُم بِهٖ فَقَدِ اهتَدَوا}۔[۱]

ترجمہ: (اگر وہ لوگ بھی اسیطرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو، تب وہ راہِ راست پر آجائیں گے۔

یعنی اصل اور حقیقی ایمان تو وہی ہے جو حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں موجزن تھا۔

اسی طرح قرآن کریم میں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشادِ ربانی ہوا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيكُمُ الاِيمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِي قُلُوبِكُم وَكَرَّهَ اِلَيكُمُ الكُفرَ وَالفُسُوقَ وَالعِصيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعمَةً وَاللّٰهُ عَلِيمٌ

۱۔ البقرۃ [۱۳۷]

حَكِيمٌ ۔ (۱)

ترجمہ: (......لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان کو تمہارے دلوں میں محبوب بنادیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے۔اور کفر کو، اور گناہ کو، اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنادیا ہے، یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔اللہ کے انعام واحسان سے ۔اور اللہ دانا اور باحکمت ہے)

یقیناً یہ آیت خالق ارض وسماء کی طرف سے ان حضرات کے حق میں بہت بڑی گواہی، نیز ان کے ایمان اور رشد وہدایت پر ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

اس سلسلے میں مزید قابلِ ذکر یہ کہ خود قرآن کریم میں ان حضرات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ کیلئے رضامندی وخوشنودی کی خوشخبری سے شادکام کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

۱۔الحجرات [۷۔۸]

{رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ}۔ [۱]

یعنی ''اللہ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں)

زبانِ رسالت سے صحابہ کے چنندہ ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

اِنَّ اللّٰہ اخۡتَارَ اَصۡحَابِیۡ عَلَی الۡعَالَمِیۡنَ سِوَی النَّبِیِّیۡنَ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ....وَقَالَ فِیۡ اَصۡحَابِیۡ کُلُّھُمۡ خَیۡرٌ۔ [۲]

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور فرمایا: میرے سب ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: (خَیۡرُ النَّاسِ قَرۡنِیۡ ، ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ ، ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ)۔ [۳]

یعنی بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں' پھر وہ لوگ جو

۱۔)المائدۃ[۱۱۹]۔التوبۃ[۱۰۰]۔ البینۃ[۸]

۲۔(مجمع الزوائد:۱۰/۱۶)

۳۔بخاری [۳۶۵۱]باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نیز: مسلم[۲۵۳۳]باب فضل الصحابہ۔

اُن کے بعدؑ اور پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد)

نیز ارشادِ نبوی ہے:(لَاتَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوأَنَّ أَحَدَكُم أَنْفَقَ مِثلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِم وَلَا نَصِيفَهُ) ۱ ۔

یعنی ''میرے ساتھیوں کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ اُس اجروثواب کا مستحق نہیں بن سکتا جو میرے ساتھیوں میں سے محض مٹھی بھر(اناج) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کیلئے ہے''۔(۲)

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے: (اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَاتَتَّخِذُوهُم غَرَضاً مِن بَعْدِي ، فَمَن أَحَبَّهُم فَبِحُبِّي أَحَبَّهُم ، وَمَن أَبْغَضَهُم فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُم ، وَمَن آذَاهُم فَقَدْ آذَانِي،

۱۔متفق علیہ۔مشکوٰۃ المصابیح[۵۹۹۸]باب مناقب الصحابہ(۳)اُس دور میں ''مُد'' غلہ واناج تولنے کیلئے ایک پیمانہ تھا۔

وَمَن آذَانِي فَقَدْ آذَىٰ اللّٰهَ، وَمَن آذَىٰ اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَن يَأْخُذَهُ)۔ (۱)

ترجمہ: (میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم میرے بعد انہیں [اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر] نشانہ نہ بنانا، جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے، اور جو کوئی ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں کوئی اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی، اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اللہ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا"۔

حضرت ابنِ مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: صحابۂ رسول اس امت کے سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم کے

۱۔ ترمذی [۳۸۶۲] باب فی من سبّ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لحاظ سے سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے۔ (۱)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوجائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت وعمل سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہوجائے۔ (۲)

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ''فرقِ مراتب''

یقیناً حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام جماعت ہی برگزیدہ ترین ہے۔

۱۔(رزین، مشکوٰۃ:۱/ ۳۲)

۲۔(ابوداؤد، باب فی الخلفاء، حدیث نمبر ۴۰۳۱)

البتہ اہلِ علم نے ان میں باہم ''فرقِ مراتب'' اور ''تفاضل'' بیان کیا ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مجموعی طور پر تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے بلند ترین مقام و مرتبہ ان دس خوش نصیب ترین حضرات کا ہے جنہیں ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ جنت کی خوشخبری سے شادکام فرمایا اور اسی مناسبت سے انہیں ''عشرہ مبشرہ'' یا ''العشرۃ المبشرون بالجنۃ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [۱]

اور پھر ان ''عشرہ مبشرہ'' میں سے بلند ترین مقام و مرتبہ چاروں ''خلفائے راشدین'' کا ہے۔

پھر حضرات ''خلفائے راشدین'' میں فرقِ مراتب ان کی ترتیب کے مطابق ہے، یعنی خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ،

۱۔ ملاحظہ ہو حدیث: (ابوبکر فی الجنۃ، وعمر فی الجنۃ، وعثمان فی الجنۃ، وعلی فی الجنۃ، وطلحۃ فی الجنۃ، والزبیر فی الجنۃ، وعبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ، وسعد فی الجنۃ، وسعید فی الجنۃ، وأبوعبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ) (ترمذی [۳۷۴۷] عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابواب المناقب)۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اور خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

☆ ہجرتِ مدینہ سے قبل دینِ اسلام قبول کرنے والوں کا مقام ومرتبہ ہجرت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے بلند ہے۔

☆ غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ دوسروں سے زیادہ ہے۔

☆ بیعتِ رضوان کے موقع پر جو حضرات شریک تھے ان کا مقام ومرتبہ دوسروں سے بڑھا ہوا ہے...... نیز ان کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے بطورِ خاص رضامندی وخوشنودی کا اعلان ہے۔[۱]

☆ فتحِ مکہ سے قبل مشرف باسلام ہونے والوں کا مقام ومرتبہ فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

۱۔ ارشادِ ربانی {لَقَدْ رَضِيَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ......} کی تفسیر ملاحظہ ہو (سورۃ الفتح: ۱۸)

لٰہذا سب سے کم مقام ومرتبہ ان حضرات کا ہے جو فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ}۔[۱]

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے۔ وہ دوسروں کے برابر نہیں، بلکہ وہ اُن سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنھوں نے فتح کے بعد [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، ہاں البتہ بھلائی کا وعدہ تو اللہ نے ان سب سے کیا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے

۱۔ سورۃ الحدید[۱۰]

باخبر ہے۔۔ (۱)

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حال ہی میں کب گئے تھے؟ میں نے کہا: اتنے اتنے دنوں سے میں ان کے پاس نہیں جا سکا ہوں، تو وہ مجھ پر خفا ہوئیں، میں نے ان سے کہا: اب مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دیجئیے میں آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور آپ سے میں اپنے اور آپ کے لیے دعا مغفرت کی درخواست کروں گا، چنانچہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب پڑھی پھر آپ (نوافل)

۱۔) یعنی فتحِ مکہ سے قبل چونکہ مسلمان کمزور تھے اور مشکل حالات سے گذر رہے تھے لہٰذا ان مشکلات کے باوجود جس کسی نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد بھی کیا، اس کا مقام و مرتبہ فتحِ مکہ کے بعد یہ کام انجام دینے والوں سے زیادہ ہے۔ لہٰذا اجر و ثواب میں نیز مقام و مرتبے میں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

ہاں البتہ اسی آیت کے آخری حصے میں یہ وضاحت بھی آ گئی ہے کہ صحابۂ کرام کے ان دونوں گروہوں میں اگرچہ فرقِ مراتب تو ضرور ہے......لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فتحِ مکہ کے بعد دینِ اسلام قبول کرنے والے صحابۂ کرام کیلئے بھی ''حُسنیٰ'' یعنی ''بھلائی کا وعدہ'' موجود ہے۔

پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے عشاء پڑھی، پھر آپ لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: "کون ہو؟ حذیفہ؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں، حذیفہ ہوں، آپ نے فرمایا: »ما حاجتك غفر الله لك ولأمك« "کیا بات ہے؟ بخشے اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو" (پھر) آپ نے فرمایا: "یہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا تھا، اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کی اجازت مانگی کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں (یعنی جو دنیا میں جوان تھے ان کے سردار ہیں"۔ [۱]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اور ان

۱۔ جامع ترمذی، (أخرجه النسائي في الكبرى) (تحفة الاشراف: 3323) (صحیح)

کے والدان سے بہتر ہیں"۔ ①

احقر

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

ا۔ جامع ترمذی، ابن ماجہ، (تحفۃ الاشراف: 8434، ومصباح الزجاج صفحہ: 50) (صحیح)

نام ونسب

حسن نام، ابو محمد کنیت، سید (ابنی ہذا سید) اور ریحانۃ النبی (ریحانتی فی الجنۃ) خطاب، شبیہِ رسول لقب، دادہالی شجرۂ طیبہ یہ ہے: ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب قرشی مطلبی، آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ بتول فاطمہ زہراؓ، جگر گوشۂ رسول تھیں اور آپ کے پدر بزرگوار حضرت علی مرتضیٰؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے، اس لحاظ سے آپ کی ذاتِ گرامی دوہرے شرف کی حامل تھی۔

پیدائش

سنہ ہجری کے تیسرے سال رمضان المبارک کے مہینہ میں معدنِ نبوت کا یہ گوہر شب چراغ استغنا و بے نیازی کی اقلیم کا تاجدار، صلح و مسالمت کی پرسکون مملکت کا شہنشاہ، عرشِ خلافت کا مسند نشین، دوشِ

نبوت کا سوار، فتنہ و فساد کا بیخ کن، سردارِ دو عالم کی بشارت کا پورا کرنے والا، امتِ مسلمہ کا محسنِ اعظم، نور افزائے عالمِ وجود ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ولادت باسعادت کی خبر ہوئی تو حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے، اور فرمایا: میرے بچے کو دکھانا، کیا نام رکھا گیا، عرض کیا گیا، حرب، فرمایا نہیں، اس کا نام حسنؑ ہے، پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا اور دو مینڈھوں کی قربانی کر کے سر کے بال اتروائے اور ان کے ہم وزن چاندی خیرات کی۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسنؑ کے ساتھ جو غیر معمولی محبت تھی وہ کم خوش قسمتوں کے حصّہ میں آئی ہوگی، آپ نے بڑے ناز و نعم سے ان کی پرورش فرمائی کبھی آغوشِ شفقت میں لئے ہوئے نکلتے، کبھی دوشِ مبارک پر سوار کئے ہوئے برآمد ہوتے ان کی ادنی ادنی تکلیف پر بے قرار ہو جاتے، بغیر حسنؑ کو دیکھے ہوئے نہ رہا جاتا

تھا، ان کو دیکھنے کے لئے روزانہ فاطمہ زہراؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے، حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آپ سے بیحد مانوس ہو گئے تھے، کبھی نماز کی حالت میں پشتِ مبارک پر چڑھ کے بیٹھ جاتے کبھی رکوع میں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے کبھی ریش مبارک سے کھیلتے، غرض طرح طرح کی شوخیاں کرتے، جان نثار نانا نہایت پیار اور محبت سے ان طفلانہ شوخیوں کو برداشت کرتے اور کبھی تادیباً بھی نہ جھڑکتے؛ بلکہ ہنس دیا کرتے تھے، ابھی حضرت حسنؓ آٹھ ہی سال کے تھے کہ یہ بابرکت سایہ سر سے اٹھ گیا۔

عہد صدیقیؓ

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مسند نشین خلافت ہوئے، آپ بھی ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے حضرت حسنؓ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ عصر کی نماز پڑھ کر نکلے، حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے، راستہ میں حضرت حسنؓ کھیل رہے

تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا، اور فرمانے لگے، قسم ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہے، علیؓ کے مشابہ نہیں ہے، حضرت علیؓ یہ سن کر ہنسنے لگے۔ ①

عہد فاروقیؓ

حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانہ میں دونوں بھائیوں کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا، چنانچہ جب آپ نے کبار صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے، تو گو حضرت حسنؓ اس صف میں نہ آتے تھے، لیکن آپ کا بھی پانچ ہزار ماہانہ مقرر فرمایا۔ ②

عہد عثمانیؓ

حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے زمانہ میں ایسا ہی شفقت آمیز طرزِ عمل رکھا صدیقی اور فاروقی دور میں حضرت حسنؓ اپنی کمسنی کے باعث

۱۔(بخاری کتاب المناقب الحسنؓ والحسینؓ)

۲۔(فتوح البلدان، بلاذری ذکر عطا عمرؓ بن الخطاب)

کسی کام میں حصہ نہ لے سکتے تھے، حضرت عثمانؓ کے عہد میں پورے جوان ہو چکے تھے؛ چنانچہ اسی زمانہ سے آپ کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے اول طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، یہ فوج کشی سعید بن العاصؓ کی ماتحتی میں ہوئی تھی۔ (۱)

اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ اٹھا اور باغیوں نے قصرِ خلافت کا محاصرہ کرلیا، تو حضرت حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار کو یہ مفید مشورہ دیا کہ آپ محاصرہ اٹھنے تک کے لئے مدینہ سے باہر چلے جائیے، کیونکہ اگر آپ کی موجودگی میں عثمانؓ شہید کردیئے گئے تو لوگ آپ کو مطعون کریں گے اور ان کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے؛ لیکن باغی حضرت علیؓ کی نقل وحرکت کی برابر نگرانی کررہے تھے، اس لئے حضرت علیؓ اس مفید مشورہ پر عمل پیرا نہ

۱۔(ابن اثیر:۳/ ۸۴، طبع یورپ)

ہو سکے۔ (۱)

البتہ حضرت حسنؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا؛ چنانچہ انہوں نے اوران کے دوسرے ساتھیوں نے اس خطرہ کی حالت میں نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ حملہ آوروں کی مدافعت کی اور باغیوں کو اندر گھسنے سے روک رکھا،اس مدافعت میں خود بھی بہت زخمی ہوئے،سارا بدن خون سے رنگین ہوگیا؛ لیکن حفاظت کی یہ تمام تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں اور باغی چھت پر چڑھ کر اندر گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے جوش غضب میں حضرت حسنؓ کو طمانچہ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغیوں نے اندر گھس کر عثمانؓ کو شہید کرڈالا۔ (۲)

۱۔(ایضا:۱۸۱)ابن اثیر:۳/ ۸۴،طبع یورپ

۲۔(تاریخ الخلفاء سیوطی:۱۵۹)

بیعت خلافت کے وقت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب مسندِ خلافت خالی ہوگئی اور مسلمانوں کی نگاہِ انتخاب حضرت علیؓ پر پڑی اور انھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی تو حضرت حسنؓ نے غایبِ عاقبت اندیشی سے والد بزرگوار کو یہ مشورہ دیا کہ جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپ سے خلافت کی درخواست نہ کریں اس وقت تک آپ اسے قبول نہ فرمایئے۔

لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف مہاجرین وانصار کا حق ہے، جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کرلیں، تو پھر تمام ممالک اسلامیہ پر اس کی اطاعت واجب ہوجاتی ہے، بیعت کے لئے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مشورہ کی شرط نہیں ہے اور خلافت قبول کرلی۔[1]

۱۔(اخبارالطوال:۱۵۵)

جنگ جمل سے حضرت علیؓ کو روکنا

حضرت علیؓ کی بیعت کے بعد جب حضرت عائشہؓ طلحہ اور زبیر رضوان اللہ علیہم حضرت عثمانؓ کے قصاص میں ان کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے لئے نکلے تو پھر حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مدینہ لوٹ چلئے اور کچھ دنوں کے لئے خانہ نشین ہو جایئے؛ لیکن حضرت علیؓ کی رائے میں ان حالات میں مدینہ لوٹنا اور خانہ نشین ہو جانا، اُمت کے ساتھ فریب تھا اور اس سے اُمت اسلامیہ میں مزید افتراق وانشقاق کا اندیشہ تھا اس لئے واپس نہ ہوئے۔ [۱]

جنگ جمل

یہ وہ وقت تھا کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ حضرت عثمانؓ کے قصاص

۱۔(ایضا:۱۵۵)،(اخبار الطوال:۱۵۵)

کے لئے نکل چکے تھے، اس لئے حضرت علیؓ نے بھی مقابلہ کی تیاریاں شروع کردیں، جب آپ بالکل آمادہ ہوگئے، تو حضرت حسنؓ کو بھی چاروناچار آپ کی حمایت میں نکلنا پڑا؛ چنانچہ والد بزرگوار کے حکم کے مطابق حضرت عمار بن یاسرؓ کے ہمراہ اہل کوفہ کو ان کی امداد پر آمادہ کرنے کے لئے کوفہ تشریف لے گئے ان ہی ایام میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مسلمانوں کو خانہ جنگی اور فتنہ وفساد سے روکنے کے لئے کوفہ آئے ہوئے تھے اور جامع مسجد کوفہ میں تقریر کررہے تھے کہ برادران کوفہ تم لوگ عرب کی بنیاد بن جاؤ، تاکہ مظلوم اور خوفزدہ تمہارے دامن میں پناہ لیں لوگو فتنہ اٹھتے وقت پہچان نہیں پڑتا؛ بلکہ مشتبہ رہتا ہے فرو ہونے کے بعد اس کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے، معلوم نہیں یہ فتنہ کہاں سے اٹھا ہے اور کس نے اٹھایا ہے، اس لئے تم لوگ اپنی تلواریں نیام میں کرلو، نیزہ کے پھل نکال ڈالو، کمانوں کے چلے کاٹ دو اور گھروں کے اندرونی حصہ میں بیٹھ

جاؤ، لوگو! فتنہ کے زمانے میں سونے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔ حضرت حسنؓ نے مسجد پہنچ کر یہ تقریر سنی تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو روک دیا اور فرمایا تم یہاں سے نکل جاؤ اور جہاں جی میں آئے چلے جاؤ اور خود منبر پر چڑھ کر اہل کوفہ کو حضرت علیؓ کی امداد پر ابھارا؛ چنانچہ آپ کی دعوت اور حجر بن عدی کندی کی تقریر پر ۹۶۵۰ کوفی حضرت علیؓ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے، حضرت حسنؓ ان سب کو لے کر مقام ذی قار میں حضرت علیؓ سے مل گئے اور جنگ کے فیصلہ تک برابر ساتھ رہے۔ [1]

جمل کے بعد صفین کا قیامت خیز معرکہ ہوا اس میں بھی آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے اور التوائے جنگ پر جو عہد نامہ مرتب ہوا تھا اس میں شاہد تھے۔ [2]

۱۔(خمار الطوال: ۱۵۴)

۲۔(مسعودی: ۴/ ۲۶۳)

حضرت علیؓ کی شہادت

خلافت کے پانچویں سال ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا زخم کاری تھا اس لئے نقل وحرکت سے معذور ہو گئے؛ چنانچہ جمعہ کی امامت حضرت حسنؓ کو تفویض فرمائی، اس جمعہ میں آپ نے ذیل کا خطبہ دیا:

خدا نے جس نبی کو مبعوث کیا اس کو ایک ذات، ایک قبیلہ اور ایک گھر عنایت فرمایا، اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا جو شخص ہم اہل بیت کا کوئی حق تلف کرے گا خدا اس اتلافِ حق کے بقدر اس شخص کا حق گھٹا دے گا"۔ (۱)

حضرت علیؓ کا زخم نہایت کاری تھا، جب بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو بعض ہوا خواہوں نے آپ سے حضرت حسنؓ کی آیندہ جانشینی اور خلافت کے بارہ میں سوال کیا آپ نے فرمایا" نہ میں حکم

۱۔(مسعودی:۴/ ۳۶۳)

دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں"۔ ①

زخمی ہونے کے تیسرے دن حضرت علیؓ جنت الفردوس کو سدھارے حضرت حسنینؓ اور جعفرؓ نے غسل دیا، حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نمازِ فجر کے قبل آپ کا جسدِ خاکی مقام رہ میں جامع مسجد کے متصل سپرد خاک کیا گیا۔ ②

بیعت خلافت

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کے مقبوضہ علاقہ کے علاوہ باقی سارے ملک کی نظریں حضرت حسنؓ کی طرف تھیں چنانچہ والد بزرگوار کی تدفین سے فراغت کے بعد آپ جامع مسجد تشریف لائے، مسلمانوں نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے آپ نے ان سے بیعت لی اور بیعت کے بعد حسب ذیل تقریر ارشاد

۱۔(مسعودی:۳/ ۳۶۳)

۲۔(ایضاً:۳۶۳)،(مسعودی:۳/ ۳۶۳)

فرمائی:

پہلی تقریر

لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اور نہ پچھلے اس کو پاسکیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اپنا علم مرحمت فرما کر لڑائیوں میں بھیجتے تھے وہ کبھی کسی جنگ سے ناکام نہیں لوٹا۔ میکائیلؑ اور جبرائیلؑ چپ وراست اس کے جلو میں ہوتے تھے اس نے ساتھ سو درہم کے سوا جو اس کی مقررہ تنخواہ سے بچ رہے تھے، سونے چاندی کا کوئی ذرہ نہیں چھوڑا ہے یہ درہم بھی ایک خادم خریدنے کے لئے جمع کئے تھے۔ اس بیعت اور تقریر کے بعد آپ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ [1]

امیر معاویہؓ کا جارحانہ اقدام

ا۔ (ابن سعد، جزء ۳، ق اول، ذکر علیؓ، حاکم نے مستدرک میں بھی اس کو خفیف تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے)

جناب امیرؑ حضرت علیؑ اور امیر معاویہؓ میں بہت قدیم اختلاف چلا آرہا تھا، امیر معاویہؓ ان کی حیات ہی میں عالمِ اسلامی پر حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے، لیکن جناب امیرؑ حضرت علیؑ کی زندگی میں یہ خواب منتِ کشِ تعبیر نہ ہوا، آپ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کا یہ جذبہ دفعۃً نہایت شدت کے ساتھ ابھر آیا، امیر معاویہؓ کو یہ معلوم تھا کہ حسنؑ صلح پسند ہیں اور جنگ وجدال وہ دل سے ناپسند کرتے ہیں اور واقعہ بھی یہی تھا کہ حضرت حسنؑ کو قتل وخونریزی سے شدید نفرت تھی اور اس قیمت پر وہ خلافت لینے پر آمادہ نہ تھے؛ چنانچہ آپ نے پہلے ہی یہ طے کرلیا تھا کہ اگر اس کی نوبت آئی تو امیر معاویہؓ سے اپنے لئے کچھ مقرر کرا کے خلافت سے دست بردار ہوجائیں گے۔ [۱]

امیر معاویہؓ کو ان حالات کا پورا اندازہ تھا اس لئے حضرت علیؑ کی

۱۔(تاریخ طبری: ۷/۱)

شہادت کے بعد ہی انہوں نے فوجی پیش قدمی شروع کر دی اور پہلے عبداللہ بن عامر کریز کو مقدمہ الجیش کے طور پر آگے روانہ کر دیا، یہ انبار ہوتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے۔

مقابلہ کے لئے آمادگی اور واپسی

حضرت حسنؓ اس وقت کوفہ میں تھے آپ کو عبداللہ بن عامر کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو آپ بھی مقابلہ کے لئے کوفہ سے مدائن کی طرف بڑھے، ساباط پہنچ کر اپنی فوج میں کمزوری اور جنگ سے پہلو تہی کے آثار دیکھے اس لئے اسی مقام پر رک کر حسبِ ذیل تقریر کی:

میں کسی مسلمان کے لئے اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمہارے لئے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، تمہارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں، امید ہے کہ اسے مسترد نہ کرو گے جس اتحاد و یکجہتی کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس تفرقہ اور اختلاف سے کہیں افضل و بہتر ہے، جسے تم چاہتے ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں

سے اکثر اشخاص جنگ سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور لڑنے سے بزدلی دکھا رہے ہیں میں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف مجبور کرنا نہیں چاہتا۔

یہ خیالات سن کر لوگ سناٹے میں آ گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، اگرچہ کچھ لوگ جنگ سے پہلو تہی کر رہے تھے تاہم بہت سے خارجی عقائد کے لوگ جو آپ کے ساتھ تھے وہ امیر معاویہؓ سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے، انہوں نے جب یہ رنگ دیکھا تو حضرت علیؓ کی طرح حضرت حسنؓ کو بھی برا بھلا کہنے لگے اور ان کی تحقیر کرنی شروع کر دی اور جس مصلیٰ پر آپ تشریف فرماتے تھے حملہ کر کے اسے چھین لیا اور پیراہن مبارک کھسوٹ کر گلے سے چادر کھینچ لی حضرت حسنؓ نے یہ برہمی دیکھی تو گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ربیعہ و ہمدان کو آواز دی انہوں نے بڑھ کر خارجیوں کے نرغہ سے چھڑایا اور آپ سیدھے مدائن روانہ ہو گئے راستہ میں جراح بن قبیصہ

خارجی حملہ کی تاک میں چھپا ہوا تھا، حضرت حسنؓ جیسے ہی اس کے قریب سے ہوکر گزرے اس نے حملہ کر کے زانوئے مبارک زخمی کر دیا، عبداللہ بن خطل اور عبداللہ بن ظبیان نے جو امام کے ساتھ تھے جراح کو پکڑ کر اس کا کام تمام کر دیا اور حضرت حسنؓ مدائن جا کر قصر ابیض میں قیام پذیر ہو گئے اور زخم بھرنے تک ٹھہرے رہے، شفایاب ہونے کے بعد پھر عبداللہ بن عامر کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اس دوران میں امیر معاویہؓ بھی انبار پہنچ چکے تھے اور قیس بن عامر کو جو حضرت حسنؓ کی طرف سے یہاں متعین تھے گھیر لیا تھا ادھر حضرت معاویہؓ نے قیس کا محاصرہ کیا دوسری طرف حضرت حسنؓ اور عبداللہ ابن عامر بالمقابل آ گئے، عبداللہ اس موقع پر یہ چال چلا کہ حضرت حسنؓ کی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ عراقیو! میں خود جنگ نہیں کرنا چاہتا، میری حیثیت صرف معاویہؓ کے مقدمۃ الجیش کی ہے اور وہ شامی فوجیں لے کر خود انبار تک پہنچ چکے ہیں، اس

لئے حسنؓ کو میرا اسلام کہہ دو اور میری جانب سے یہ پیام پہنچا دو کہ ان کو اپنی ذات اور اپنی جماعت کی قسم جنگ ملتوی کر دیں عبداللہ بن عامر کا یہ افسوں کارگر ہو گیا، حضرت حسنؓ کے ہمراہیوں نے اس کا پیام سنا تو انہوں نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پیچھے ہٹنے لگے، حضرت حسنؓ نے اسے محسوس کیا، تو وہ پھر مدائن لوٹ گئے۔

خلافت سے دست برداری

آپ کے مدائن چلے آنے کے بعد عبداللہ بن عامر کو موقع مل گیا اس نے بڑھ کر مدائن میں گھیر لیا حضرت حسنؓ پہلے ہی سے امیر معاویہؓ سے صلح کرنے پر آمادہ تھے اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کمزوری کا تجربہ کرنے کے بعد جنگ کا خیال بالکل ترک کر دیا اور چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کر لیا اور یہ شرائط عبداللہ بن عامر کے ذریعہ سے امیر معاویہؓ کے پاس بھجوا دیئے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) کوئی عراقی محض بغض وکینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔

(۲) بلا استثنا سب کو امان دی جائے گی۔

(۳) عراقیوں کے ہفوات کو انگیز کیا جائے گا۔

(۴) یہ ہواز کا کل خراج حسنؓ کے لئے مخصوص کر دیا جائے گا۔

(۵) حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ علیحدہ دیا جائے گا۔

(۶) بنی ہاشم کو صلات وعطا یا میں بنی عبد شمس (بنی امیہ) پر ترجیح دی جائے گی۔

عبداللہ بن عامر نے یہ شرائط امیر معاویہؓ کے پاس بھیجوا دیئے، انہوں نے بلا کسی ترمیم کے یہ تمام شرطیں منظور کر لیں اور اپنے قلم سے ان کی منظوری لکھ کر اپنی مہر ثبت کر کے معززین وعمائد کی شہادتیں لکھوا کر حضرت حسنؓ کے پاس بھیجوا دیا۔[۱]

ابن اثیرؒ کا بیان اس سے کسی قدر مختلف ہے اس کی روایت کے

۱۔(یہ تمام حالات اخبار الطوال وینوری، ۲۳۰ تا ۲۳۲ سے ماخوذ ہیں،

مطابق صورت واقعہ ہے کہ جس وقت امام حسنؓ نے اپنے شرائط امیر معاویہؓ کے سامنے پیش کرنے کے لئے بھیجے تھے، اسی دوران میں امیر معاویہؓ نے بھی ایک سادہ کاغذ پر مہر لگا کر حضرت حسنؓ کے پاس بھیجا تھا کہ اس پر وہ جو شرائط چاہیں تحریر کردیں سب منظور کر لی جائیں گی اس کاغذ کے بھیجنے کے بعد امیر معاویہؓ کے پاس حسنؓ کے شرائط والا کاغذ پہنچا امیر معاویہؓ نے اس کو روکے رکھا حسنؓ کو جب امیر معاویہؓ کا مہر کردہ سادہ کاغذ ملا تو انہوں نے اس میں بہت سی ایسی شرطیں جو پہلے مطالبہ میں نہ تھیں بڑھا دیں لیکن امیر معاویہؓ نے انہیں تسلیم نہیں کیا اور صرف انہی شرائط کو مانا جسے حسنؓ پہلے بھیج چکے تھے۔ (۱)

دست برداری کے بعد حضرت حسنؓ نے قیس بن سعد انصاری کو جو مقدمۃ الجیش کے ساتھ شامیوں کے مقابلہ پر مامور تھے اس کی

۱۔(ابن اثیر:۳/۳۴۲)

اطلاع دی اور جملہ امور امیر معاویہؓ کے حوالہ کر کے مدائن چلے آنے کا حکم دیا قیس کو یہ فرمان ملا تو انہوں نے فوج کو پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اس کے بعد ہمارے لئے صرف دو صورتیں ہیں یا تو بلا امام کے جنگ جاری رکھیں یا معاویہؓ کی اطاعت قبول کر لیں، ان کے دستہ میں بھی کچھ کمزور لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے امیر معاویہؓ کی اطاعت قبول کر لی اور قیس حضرت حسنؓ کے حکم کے مطابق آپ کے پاس مدائن چلے آئے اور ان کے مدائن آنے کے بعد حضرت حسنؓ کوفہ تشریف لے گئے امیر معاویہؓ یہاں آ کر آپ سے ملے اور دونوں میں صلح نامہ کے شرائط کی زبانی بھی تصدیق و توثیق ہو گئی۔ (۱)

اوپر جو شرطیں اخبار الطوال سے نقل کی گئی ہیں، ان کے علاوہ عام طور پر ایک یہ شرط بہت مشہور ہے کہ امیر معاویہؓ کے بعد حسنؓ خلیفہ

۱۔(اخبار الطوال:۲۳۲)

ہوں گے ؛لیکن یہ شرط مروج الذہب مسعودی اخبار الطوال دینوری، یعقوبی ،طبری اور ابن اثیر وغیرہ کسی میں بھی نہیں ہے، البتہ علامہ ابن عبدالبرؒ نے استیعاب میں لکھا ہے کہ علما کا یہ بیان ہے کہ حسنؓ صرف معاویہؓ کی زندگی تک کے لئے ان کے حق میں دست بردار ہوئے تھے۔ [۱]

لیکن ابن عبدالبرؒ کا یہ بیان خود محل نظر ہے اس لئے کہ جو واقعہ کسی مستند تاریخ میں نہیں ملتا اس کو علما کا بیان کیسے کہا جا سکتا ہے ممکن ہے ان کے عہد کے علماء کی یہ رائے رہی ہو لیکن تاریخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، خود طبریؒ نے بھی جو اپنی تاریخ میں ہر قسم کی رطب دیا بس روایتیں نقل کر دیتا ہے، اس شرط کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور آئندہ واقعات سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی اس شرط کے نہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسنؓ کی وفات

۱۔(استیعاب تذکرہ امام حسنؓ)

کے بعد جب امیر معاویہؓ یزید کی بیعت لینے کے لئے مدینہ گئے اور ابن زبیرؓ، حسینؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ وغیرہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا، تو ان بزرگوں نے اس کے خلاف ہر طرح کے دلائل دیئے، ابن زبیرؓ نے کہا کہ یہ طریقہ خلفائے راشدینؓ کے انتخابی طریقہ کے خلاف ہے، اس لئے ہم اسے منظور نہیں کر سکتے، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے کہا یہ قیصر وکسریٰ کی سنت ہے، لیکن کسی نے بھی یہ دلیل نہیں دی کہ حسنؓ صرف تمہارے حق میں دست بردار ہوئے تھے، اس لئے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا جا سکتا ظاہر ہے کہ اگر ان بزرگوں کو اس قسم کی شرط کا علم ہوتا تو وہ دوسرے دلائل کے ساتھ اسے بھی یزید کی ولی عہدی کی مخالفت میں ضرور پیش کرتے پھر امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب حضرت حسینؓ یزید کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں اور ان تقریروں میں

یزید کی مخالفت کے اسباب بیان کیے لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ دعویٰ نہیں فرمایا کہ چونکہ میرے بھائی حسنؓ صرف امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے اور وہ امیر معاویہؓ کی زندگی میں وفات پا چکے تھے۔ اس لئے اصول توارث کی رو سے ان کی جانشینی کا حق مجھے یا حسنؓ کی اولاد کو پہنچتا ہے؛ حالانکہ یزید کی حکومت کے خلاف دلائل میں یہ بڑی قوی دلیل تھی لیکن حضرت حسینؓ نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے، باقی رہا یہ سوال کہ پھر بعض ارباب سیر نے اسے کیوں نقل کیا ہے، اس کا جواب ان لوگوں کے لئے بہت آسان ہے جو بنی امیہ اور بنی ہاشم کی اختلافی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک حامی دوسرے کے متعلق ایسی روایتیں گھڑ دیتے ہیں جس سے دوسرے کے دامن پر کوئی دھبہ آتا ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف صف آرا ہوکر اور پھر اپنے بعد یزید کو ولی عہد بنا کر اسلامی خلافت ختم کر کے تاریخ اسلام میں نہایت بری مثال قائم کی، لیکن اس غلطی کو محض اس کی حد تک محدود رکھنا چاہیے تھا مگر ان کے مخالفوں نے اس پر بس نہیں کیا؛ بلکہ ان کے خلاف ہر طرح کے بہتان تراش کر تاریخوں میں شامل کر دیئے اوپر کی شرط بھی اسی بہتان کی ایک کڑی ہے، ہمارے نزدیک اس شرط کی ایزاد سے امیر معاویہؓ کے اشارہ سے حضرت حسنؓ کو زہر دینے والی روایت کی توثیق مقصود ہے جس کا ذکر آئیندہ آئے گا اس لئے کہ جب بطور مقدمہ کے اسے تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت حسنؓ صرف معاویہؓ کی زندگی تک کے لئے خلافت سے دستبردار ہوئے تھے اور امیر معاویہؓ اپنے خاندان میں حکومت چاہتے تھے تو پھر ان دونوں مقدمات سے یہ کھلا ہوا نتیجہ نکل آتا ہے کہ حسنؓ کو امیر معاویہؓ ہی نے زہر دلوایا تھا اور یہ ایسا مکروہ

الزام ہے جس سے امیر معاویہؓ کی اخلاقی تصویر نہایت بدنما ہو جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے مورد طعن بن جاتے ہیں۔

دست برداری کا اعلان اور مدینہ کی واپسی

حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ کی مصالحت کے بعد عمرو بن العاصؓ نے جو امیر معاویہؓ کے ہمراہ تھے ان سے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ مجمع عام میں حسنؓ سے دستبرداری کا اعلان کرادو، تاکہ لوگ خود ان کی زبان سے اس کو سن لیں، مگر امیر معاویہؓ مزید حجت مناسب نہ سمجھتے تھے، اس لئے پہلے اس پر آمادہ نہ ہوئے مگر جب عمرو بن العاصؓ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے حضرت حسنؓ سے درخواست کی کہ وہ برسر عام دستبرداری کا اعلان کردیں، امیر معاویہؓ کی اس فرمائش پر حضرت حسنؓ نے مجمع عام میں حسب ذیل تقریر فرمائی:

اما بعد لوگو خدا نے ہمارے اگلوں سے تمہاری ہدایت اور پچھلوں سے تمہاری خونریزی کرائی دانائیوں میں بہتر دانائی تقویٰ

اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداعمالیاں ہیں، یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور معاویہؓ کے درمیان متنازعہ فیہ ہے یا وہ اس کے حقدار ہیں یا میں دونوں صورتوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں پھر امیر معاویہؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ خلافت تمہارے لئے فتنہ اور چندروزہ سرمایہ ہے یہ سن کر امیر معاویہؓ نے کہا بس کیجئے، اس قدر کافی ہے اور عمرو بن العاصؓ سے کہا تم مجھے یہی سنوانا چاہتے تھے۔ [1]

اس خاتم الفتن دست برداری کے بعد حضرت حسنؓ اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینۃ الرسول چلے گئے، اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔

۱۔(اسد الغابہ:۲/ ۱۴، واستیعاب:۱/ ۱۴۴)

باختلاف روایت آپ کی مدت خلافت ساڑھے پانچ مہینے یا چھ مہینے سے کچھ زیادہ یا سات مہینے سے کچھ زیادہ تھی، آپ کی بیعت خلافت کی تاریخ تو متعین ہے مگر دستبرداری کی تاریخ میں بڑا اختلاف ہے، بعض ربیع الاول ۴۱ھ بعض ربیع الثانی اور بعض جمادی الاول بتاتے ہیں، اسی اعتبار سے مدت خلافت میں بھی اختلاف ہوگیا ہے۔ واللہ اعلم

معاویہ اور قیس کی صلح

حضرت حسنؓ کی دستبرداری سے آپ کے خاص حامیوں اور حضرت علیؓ کے فدائیوں کو بڑا صدمہ پہنچا، اس میں شک نہیں کہ حضرت حسنؓ کے کچھ آدمیوں نے جن پر شامیوں کا مخفی جادو چل گیا تھا کمزوری دکھائی تھی، لیکن ان کے علاوہ ہزاروں فدایان علیؓ اس وقت بھی سر بکف جان دینے کے لئے آمادہ تھے خود قیس بن سعد جو حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش کے کماندار تھے، حضرت حسنؓ کے

حکم پر حضرت معاویہؓ کا مقابلہ چھوڑ کر مدائن تو چلے آئے تھے؛ لیکن دستبرداری کے بعد کسی طرح امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتے تھے اوران سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمہ تن آمادہ تھے اوراپنی ہم خیال جماعت سے جنگ کے لئے بیعت بھی لے لی تھی ،لیکن آخر میں امیر معاویہؓ نے ان کے تمام مطالبات مان کر صلح کرلی۔ [۱]

وفات

دستبرداری کے بعد حضرت حسنؓ آخری لمحہ حیات تک اپنے جد بزرگوار کے جوار میں خاموشی وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔

۵۰ھ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی وجہ سے زہر دے دیا (زہر کے متعلق عام طور پر غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ امیر معاویہؓ کے اشارہ سے دیا گیا تھا، جوسراسر غلط ہے اس پر تفصیلی بحث

۱۔(ابن اثیر:۳/ ۳۴۳)

انشاءاللہ امیر معاویہؓ کے حالات میں آئے گی) سم قاتل تھا، قلب وجگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے، جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور زندگی سے مایوس ہو گئے، تو حضرت حسینؓ کو بلا کر ان سے واقعہ بیان کیا، انہوں نے زہر دینے والے کا نام پوچھا، فرمایا: نام پوچھ کر کیا کرو گے؟ عرض کیا قتل کروں گا، فرمایا: اگر میرا خیال صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ پکڑا جائے اور زہر دینے والے کا نام بتانے سے انکار کر دیا، حضرت حسن کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی، اس لئے اپنی محترم نانی حضرت عائشہؓ صدیقہ سے حجرہ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت چاہی، انہوں نے خوشی کے ساتھ اجازت دے دی، اجازت ملنے کے بعد بھی احتیاطاً فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد دوبارہ اجازت لینا ممکن ہے میری زندگی میں مروت سے اجازت دے دی ہو، اگر دوبارہ اجازت مل

جائے تو روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کرنا، مجھے خطرہ ہے کہ اس میں بنی اُمیہ مزاحم ہوں گے اگر مزاحمت کی صورت پیش آئے تو اصرار نہ کرنا، اور بقیع الغرقد کے گورغریبان میں دفن کر دینا۔ [۱]

زہر کھانے کے تیسرے دن ضروری وصیتوں کے بعد باختلاف روایت ربیع الاول ۴۹ یا ۵۰ ھ میں اس بوریہ نشین مسندِ بے نیازی نے اس دنیائے دنی کو خیرباد کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، وفات کے وقت ۴۷ یا ۴۸ سال کی عمر تھی۔

جنازہ پر جھگڑا

وفات کے بعد حضرت حسینؓ نے وصیت کے مطابق دوبارہ حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی، آپ نے پھر فراخدلی کے ساتھ مرحمت فرمائی (اس موقع پر بھی حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں نے ایک روایت مشہور کر دی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اجازت نہیں دی

---

[۱] (استیعاب:۱/۱۴۵ و مروج الذہب مسعودی:۳/۳۸۰)

اور حضرت حسنؓ کے روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہونے میں مزاحم ہوئیں مگر یہ روایت بھی امیر معاویہؓ کے شرائط کی طرح حضرت عائشہؓ کو بدنام کرنے کیلئے گھڑی گئی ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں) لیکن حضرت حسنؓ کا خطرہ بالکل صحیح نکلا، مروان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ حسنؓ کسی طرح روضۂ نبوی میں دفن نہیں کئے جا سکتے، ان لوگوں نے عثمانؓ کو تو یہاں دفن نہ ہونے دیا اور حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے ہیں، یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا حضرت حسینؓ نے مقابلہ کرنا چاہا، مروان بھی لڑنے پر آمادہ ہوگیا اور قریب تھا کہ پھر ایک مرتبہ مدینہ کی زمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن جائے کہ اتنے میں مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ پہنچ گئے اور چلائے کہ یہ کیا ظلم ہے کہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے نانا کے پہلو میں دفن کرنے سے روکا جاتا ہے، پھر حضرت حسینؓ سے کہا کہ اس کے لئے کشت وخون سے کیا فائدہ، حسنؓ کی وصیت بھول گئے کہ اگر خونریزی کا

خطرہ ہوتو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا اس پر حضرت حسینؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور بنی امیہ اور بنی ہاشم میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی اس کے بعد سعید بن العاصؓ عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور لاش مبارک جنت البقیع میں حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں سپرد خاک کی گئی۔ (۱)

حضرت حسنؓ کا روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بجائے بقیع کے گورغریباں میں دفن کیا جانا بھی آپ کے روحانی تصرف کا نتیجہ تھا کہ جس پیکر صلح واشتی نے زندگی میں مسلمانوں کے خون کی قیمت پر دنیاوی جاہ وحشم حاصل کرنا پسند نہ کیا اور خونریزی سے بچنے کے لئے سلطنت وحکومت جیسی چیز کو ٹھکرا کر عزلت نشینی کی زندگی اختیار کی اس کے جسدِ خاکی نے مرنے کے بعد بھی یہ کرشمہ دکھایا کہ روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلہ میں بقیع کے گورغریباں میں دفن ہوا، لیکن

۱۔(استیعاب:۱/۱۴۵واسدالغابہ:۲/۱۵)

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمانوں کا خون نہ گرنے دیا، ورنہ اس قیمت پر جدامجد کے پہلو میں جگہ ملنی بہت آسان تھی۔

مدینہ میں ماتم

حضرت حسنؓ کی رحلت معمولی واقعہ نہ تھا؛ بلکہ صلح ومسالمت کا ماتم تھا حلم وعفو کا ماتم تھا، صبر وتحمل کا ماتم تھا، استغناء وبے نیازی کا ماتم تھا، خاندانِ نبوت کے چشم وچراغ کا ماتم تھا، اس لئے آپ کی وفات پر مدینہ میں گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی، بازار بند ہوگئے گلیوں میں سناٹا چھا گیا، بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک سوگ منایا، حضرت ابوہریرہؓ مسجد میں فریاد وفغاں کرتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ لوگو! آج خوب رولو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا۔ (۱)

جنازہ میں انسانوں کا اتنا ہجوم تھا کہ اس سے پہلے مدینہ میں کم دیکھنے

۱۔ (تہذیب التہذیب: ۲/۳۰۱)

میں آیا تھا، ثعلبہ بن ابی مالکؓ جو مٹی میں شریک تھے راوی ہیں کہ حضرت حسنؓ کے جنازہ میں اتنا اژدحام تھا کہ اگر سوئی جیسی مہین چیز بھی پھینکی جاتی تو کثرت اژدحام سے زمین پر نہ گرتی۔ ①

حلیہ

حضرت حسنؓ صورت وسیرت دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے خصوصاً صورت میں بالکل ہم شبیہ تھے۔

ازواج کی کثرت

روایتوں میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے نہایت کثرت کے ساتھ شادیاں کیں اوراسی کثرت کے ساتھ طلاقیں دیں طلاقوں کی کثرت کی وجہ سے لوگ آپ کو''مطلاق'' کہنے لگے تھے، بعض روایتوں سے آپ کی ازواج کی تعداد نوے (۹۰) تک پہنچ جاتی

ا۔(تہذیب الکمال:۸۹)

ہے، لیکن یہ روایتیں مبالغہ آمیز ہیں اس کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کے کل دس اولادیں تھیں اور یہ تعداد شادیوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شادیوں کی کثرت کی روایت مبالغہ سے خالی نہیں ہیں تاہم اس قدر مسلم ہے کہ عام رواج سے زیادہ شادیاں کیں اس کثرت ازدواج وطلاق کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے کوفہ میں اعلان کر دیا تھا کہ انہیں کوئی اپنی لڑکی نہ دے ؛لیکن عام مسلمانوں میں خانوادہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ پیدا کرنے کا شوق اتنا غالب تھا کہ حضرت علیؓ کی اس مخالفت کا کوئی اثر نہ ہوا اور ایک ہمدانی نے برملا کہا کہ ہم ضرور لڑکی دیں گے زیادہ سے زیادہ یہی نہ ہوگا کہ جو عورت انہیں پسند ہوگی اسے رکھیں گے ورنہ طلاق دیدیں گے۔ [١]

بی بیوں سے برتاؤ

١۔(تاریخ الخلفاء سیوطی بحوالہ ابن سعد)

لیکن جب تک کوئی عورت آپ کے حبالۂ عقد میں رہتی تھی اس سے بڑی محبت اور اس کی بڑی قدر افزائی فرماتے تھے؛ چنانچہ جب ناگزیر اسباب کی بنا پر کسی عورت سے قطع تعلق کرتے تھے، تو آپ کے حسن سلوک اور محبت کی یاد برابر اس کے دل میں رہتی تھی ایک مرتبہ ایک فزاری اور ایک اسدی عورت کو رجعی طلاق دی اور ان کی ولد ہی کے لئے دس دس ہزار نقد اور ایک مشکیزہ شہد بھیجا اور غلام کو ہدایت کردی کہ اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہیں اس کو یاد رکھنا فزاری عورت کو جب یہ خطیر رقم ملی تو اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کرلی اور بارک اللہ فیہ وجزاہ خیرا کہا لیکن جب اسدی عورت کو ملی تو یہ تحفہ دیکھ کر اس کے دل پر چوٹ لگی اور بے اختیار یہ حسرت بھرا فراقیہ مصرع زبان سے نکل گیا:

متاع قلیل من حبیب مفارق

جدا ہونے والے دوست کے مقابلہ میں یہ متاع حقیر ہے۔

غلام نے آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اسدی عورت سے رجعت کرلی۔ [۱]

اولاد

ان بیویوں سے آٹھ لڑکے تھے،حسن خولہ بنت منظور کے بطن سے،زید،ام بشیر بنت ابو مسعود انصاری ؓ کے بطن سے اور عمر، قاسم،ابوبکر،عبدالرحمن،طلحہ اور عبید اللہ ؓ مختلف بیویوں سے تھے۔۔۔ [۲]

ابن قتیبہؒ نے کل تعداد چھ لکھی ہے جن میں دو لڑکیاں بھی ہیں،ام حسن اور ام اسحق۔ [۳]

ذریعہ معاش

۱۔(ابن عساکر:۴/۲۱۶)

۲۔(یعقوبی:۲/۲۷۰)

۳۔(معارف ابن قتیبہ:۹۲)

حضرت حسنؓ نے ساری عمر نہایت فراغت ؛ بلکہ عیش کے ساتھ زندگی بسر کی حضرت عمرؓ نے جب صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر کیے اور حضرت علیؓ کا پانچ ہزار ماہوار مقرر کیا، تو آپ کے ساتھ حضرت حسنؓ کا بھی جو اگرچہ اس زمرہ میں نہ آتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے لحاظ سے پانچ ہزار ماہوار مقرر فرمایا جو انہیں برابر ملتا رہا۔ (۱)

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی یہ وظائف برابر جاری رہے، حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خود ہی خلیفہ مقرر ہوئے آپ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ کے حق میں دست برداری کے وقت ہواز کا پورا اخراج اپنے لئے مخصوص کرالیا تھا، اس لیے شروع سے آخر تک آپ نے بڑی راحت و آرام کی زندگی بسر فرمائی۔

فضل و کمال

۱۔ (فتوح البلدان بلاذری ذکر عطا عمرؓ بن الخطاب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت حسنؓ کی عمر آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی ظاہر ہے کہ اتنی سی عمر میں براہِ راست فیضانِ نبوی سے زیادہ بہرہ یاب ہونے کا کیا موقع مل سکتا ہے تاہم آپ جس خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اور جس باپ کے آغوش میں تربیت پائی تھی وہ علوم مذہبی کا سرچشمہ اور علم و عمل کا مجمع البحرین تھا اس لیے قدرۃ اس آفتابِ علم کے پرتو سے حسنؓ بھی مستفید ہوئے؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں جو جماعت علم و افتا کے منصب پر فائز تھی اس میں ایک آپ کی ذاتِ گرامی بھی تھی البتہ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت کم ہے۔ ①

حدیث

آپ کی مرویات کی تعداد کل تیرہ ہے اور ان میں سے بھی زیادہ تر

۱۔(اعلام الموقعین:۱/ ۱۲)

حضرت علیؓ اور ہند سے مروی ہیں۔ [1]

آپ کے زمرۂ رواۃ میں حضرت عائشہؓ صدیقہ، حسن بن حسنؒ، عبداللہ ،ابو جعفرؒ، جبیر بن نضیرؒ، عکرمہؒ، محمد بن سیرین اور سفیان بن لیلؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ [2]

خطابت

مذہبی علوم کے علاوہ آپ کو اس زمانہ کے مروجہ فنون میں بھی درک تھا خطابت اور شاعری اس زمانہ کے بڑے کمالات تھے، حضرت حسنؓ عرب کے اخطب الخطباء کے فرزند تھے، اس لیے خطابت آپ کو ورثے میں ملی تھی اور آپ میں بچپن ہی سے خطابت کا مادہ تھا، اس زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے آپ سے کہا کہ تم خطبہ دو، میں اس کو سنوں، حضرت حسنؓ نے کہا، آپ کے سامنے خطبہ دیتے

۱۔(تہذیب الکمال:۷۸)

۲۔(تہذیب التہذیب:۲/۲۹۵)

ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے، یہ سن کر حضرت علیؓ آڑ میں چلے گئے اور حضرت حسنؓ نے کھڑے ہوکر نہایت فصیح وبلیغ خطبہ دیا، حضرت علیؓ نے سن کرفرمایا کیوں نہ ہو بیٹے میں باپ کا اثر ہوتا ہی ہے۔ (١)

خطابت کا یہ کمال عمر کے ساتھ ساتھ اور ترقی کرتا گیا اور آپ کے خطبات فصاحت وبلاغت کے ساتھ اخلاق وحکمت اور پند وموعظت کا دفتر ہیں، حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپ نے متعدد خطبات دیئے ہیں ان میں سے ایک نمونۃً نقل کیا جاتا ہے، اس سے آپ کی خطابت کا پورا اندازہ ہوگا۔ (٢)

فقال بعد حمد اللہ عز وجل: إنا واللہ ما ثنانا عن أهل الشام شك ولا ندم، وإنما كنا نقاتل أهل الشام بالسلامة والصبر، فسلبت السلامة بالعداوة، والصبر بالجزع، وكنتم في منتدبكم إلى صفين

١۔(البدایہ والنہایہ:٨ /٣٧)

٢۔(اسد الغابہ:٢ /١٣)

ودينكم أمام دنيا كم، فأصبحتم اليوم ودنيا كم أمام دينكم، ألا وإنا لكم كما كنا، ولستم لنا كما كنتم، ألا وقد أصبحتم بين قتيلين: قتيل بصفين تبكون له، وقتيل بالنهروان تطلبون بثأره، فأما الباقي فخاذل، وأما الباكي فثائر، ألا وإن معاوية دعانا إلى أمر ليس فيه عز ولا نصفة، فإن أردتم الموت رددناه عليه، وحا كمناه إلى الله عز وجل بظبا السيوف، وإن أردتم الحياة قبلناه وأخذنا لكم الرضا۔ [1]

حمد الٰہی کے بعد آپ نے یہ تقریر کی کہ ہم کسی شک وشبہ یا شرم و ندامت کی وجہ سے شامیوں کے مقابل سے نہیں لوٹ آئے؛ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ پہلے ہم شامیوں سے صاف دلی اور صبر کے

ا۔(اسد الغابۃ، باب الحسن بن علی:ا/٢٦١)

ساتھ جنگ کرتے تھے؛ لیکن اب وہ حالت باقی نہیں رہی صاف دلی کی جگہ عداوت نے اور صبر وثبات کی جگہ بے چینی نے لے لی ، صفین میں جب تم لوگ بلائے گئے تھے تو تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا اور اب حالت اس کے برعکس ہے ہم اب بھی تمہارے لئے ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے؛ لیکن تم ہمارے لئے ویسے نہیں رہے جیسے پہلے تھے، ہاں اب تمہارے سامنے دو قسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن کیلئے تم رو رہے ہو دوسرے نہروان کے مقتول جن کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو؛ لیکن رونے والا بدلہ پا گیا اور باقی ناکام رہے گا، معاویہؓ ہمیں ایسے امر کی طرف بلاتے ہیں جو عزت اور انصاف دونوں کے خلاف ہے پس اب اس کا فیصلہ تمہاری رائے پر ہے اگر تم موت چاہتے ہو تو ہم اس کو معاویہؓ ہی کی طرف لوٹا دیں اور تلواروں کی دھار کے ذریعہ سے خدا سے اس کا فیصلہ چاہیں اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ہم اسے بھی منظور کریں

اور تمہارے لئے رضا حاصل کریں۔

شاعری

شعر و شاعری کا بھی آپ ستھرا مذاق رکھتے تھے اور خود بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے؛ لیکن جس میں مبالغہ اور خرافات کے بجائے اخلاقی اور حکیمانہ خیالات ہوتے، ابن رشیق نے کتاب العمدہ میں آپ کا ایک شعر اس واقعہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ خضاب لگا کر باہر نکلے اور ارشاد فرمایا:

نسود اعلاھا وتابی اصولھا فلیت الذی یسور منھا ھو الاصل۔ [١]

حکیمانہ اقوال

ان کے علاوہ تاریخوں میں بکثرت آپ کے حکیمانہ مقولے ملتے ہیں جن میں ہر مقولہ بجائے خود دفتر نکات ہے ان میں سے بعض

١۔ (کتاب العمدہ: ١٤)

مقولے یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ زندگی بسر کرنے کے اعتبار سے سب سے اچھی زندگی کون بسر کرتا ہے؟ فرمایا جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کرے، پھر پوچھا سب سے بری زندگی کس کی ہے؟ فرمایا جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی نہ بسر کر سکے، فرماتے تھے کہ ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کے لئے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے، ایک شخص نے آپ سے کہا مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے فرمایا اس لئے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لئے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے، فرماتے تھے کہ "مکارم اخلاق دس ہیں، زبان کی سچائی، جنگ کے وقت حملہ کی شدت، سائل کو دینا، حسن خلق، احسان کا بدلہ دینا، صلۂ رحم، پڑوسی کی حفاظت وحمایت، حق دار کی حق شناسی، مہمان نوازی اوران سب سے بڑھ کر شرم وحیا، امیر

معاویہؓ اکثر آپ سے اخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے تھے اور حکومت کے بارہ میں مشورہ لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ان سے کہا ابو محمد! آج تک مجھ سے تین باتوں کے معنی کسی نے نہیں بتائے، آپ نے فرمایا کونسی باتیں، معاویہؓ نے کہا مروۃ، کرم اور بہادری، آپ نے جواب دیا مروۃ کہتے ہیں انسان کو اپنے مذہب کی اصلاح کرنا اپنے مال کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا اور اسے برمحل صرف کرنا، سلام زیادہ کرنا، لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا اور کرم کہتے ہیں مانگنے سے پہلے دینا، احسان وسلوک کرنا، برمحل کھلانا پلانا، بہادری کہتے ہیں پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا، آڑے وقتوں میں اس کی حمایت وامداد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں، فرمایا جو سلیمان بن داؤدؑ نے بتائے ہیں، معاویہؓ نے کہا کیا بتائے ہیں، فرمایا انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم کو

معلوم ہے بادشاہ پر ملک داری کے کیا فرائض ہیں جس سے اس کو نقصان نہ پہنچے، ظاہر و باطن میں خدا کا خوف کرے، غصہ اور خوشی دونوں میں عدل وانصاف کرے، فقر اور دولتمندی دونوں حالتوں میں میانہ روی قائم رکھے، زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اور نہ اس کو بے جا صرف کرے، جب تک وہ ان چیزوں پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک اس کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

اخلاق وعادات

شبیہ رسول حضرت حسنؓ کا لقب تھا یہ مشابہت محض ظاہری اعضا و جوارح تک محدود نہ تھی؛ بلکہ آپ کی ذات باطنی اور معنوی لحاظ سے بھی اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ تھی، یوں تو آپ تمام مکارم اخلاق کا پیکر مجسم تھے؛ لیکن زہد ورع دنیاوی جاہ وچشم سے بے نیازی اور بے تعلقی آپ کا ایسا خاص اور امتیازی وصف تھا جس میں آپ کا کوئی حریف نہیں۔

استغناء و بے نیازی

درحقیقت جس استغنا اور بے نیازی کا ظہور آپ کی ذات گرامی سے ہوا وہ نوعِ انسانی کے لئے ایک معجزہ ہے عموماً قصر سلطنت کی تعمیر انسانی خون سے ہوتی ہے، لیکن حضرت حسنؓ نے ایک ملتی ہوئی عظیم الشان سلطنت کو محض چند انسانوں کے خون کی خاطر چھوڑ دیا غالباً تاریخ ایسی مثالیں کم پیش کرسکتی ہے، اگر شیخین کے بعد کی اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس کا صفحہ صفحہ مسلمانوں کے خون سے رنگین نظر آئے گا اور ابھی تک عرب کی زمین مسلمانوں کا خون چاہتی تھی؛ لیکن یہ فخر صرف حضرت حسنؓ کی ذات کے لئے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ سلطنت وحکومت کو ٹھکرا کر امت مسلمہ کو تباہی سے بچائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو پورا فرمائیں گے، "ان ابنی ھذا سید یصلح اللہ بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین" میرا یہ لڑکا سید ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں

میں صلح کرائے گا یا الخلافۃ بعدی ثلثون میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی، حساب سے یہ مدت ٹھیک حضرت حسنؓ کی دست برداری کے وقت پوری ہوتی ہے۔

خلافت کیوں چھوڑی؟

بعض ظاہر بینوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ حضرت حسنؓ نے اپنی فوج کی کمزوری سے مجبور ہوکر امیر معاویہؓ سے صلح کرلی اور کچھ واقعات بھی اس خیال کی تائید میں مل جاتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ نے یہ جلیل القدر منصب محض مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے ترک نہیں کیا، گو یہ صحیح ہے کہ جس فوج کو لے کر آپ مقابلہ کے لئے نکلے تھے، اس میں کچھ منافق بھی تھے، جنہوں نے عین موقع پر کمزوری دکھائی مگر اس فوج میں بہت سے خارجی العقیدہ بھی تھے، جو آپ کی حمایت میں امیر معاویہؓ سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے؛ چنانچہ جب انہوں نے مصالحت کا رنگ دیکھا تو آپ کی تکفیر

کرنے لگے۔ (۱)

خود عراق میں چالیس بیالیس ہزار کوفی جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی آپ کے ایک اشارہ پر سر کٹانے کے لئے تیار تھے۔ (۲)

عراق تو عراق سارا عرب آپ کے قبضہ میں تھا، مصالحت وغیرہ کے بعد ایک مرتبہ بعض لوگوں نے آپ کو خلافت کی خواہش سے متہم کیا، آپ نے فرمایا کہ عرب کے سر میرے قبضہ میں تھے جس سے میں صلح کرتا اس سے وہ بھی کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا اس سے وہ لڑتے ؛لیکن اس کے باوجود میں نے خلافت کو خالصۃً اللہ اور امت محمدی کی خونریزی سے بچنے کے لئے چھوڑا۔ (۳)

خود آپ کی فوج میں ان چند منافقوں کے علاوہ جنہوں نے بعض مخفی اثرات سے عین وقت پر دھوکا دیا تھا، باقی پوری فوج کٹنے مرنے پر

۱۔(اخبار الطوال:۲۳۰)

۲۔(ابن عساکر:۲/۲۱۹)

۳۔(مستدرک حاکم:۳/۱۷)

آمادہ تھی، ابو عریق راوی ہیں کہ ہم بارہ ہزار آدمی حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش میں کٹنے اور مرنے کے لئے تیار تھے اور شامیوں کی خون آشامی کے لئے ہماری تلواروں کی دھاروں سے خون ٹپک رہا تھا، جب ہم لوگوں کو صلح کی خبر معلوم ہوئی تو شدت غضب و رنج سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری کمر ٹوٹ گئی، صلح کے بعد جب حضرت حسنؓ کوفہ آئے تو ہماری جماعت کے ایک شخص ابو عامر سفیان نے غصہ میں کہا ”السلام علیک یا مذلل المومنین“ مسلمانوں کے رسوا کرنے والے السلام علیک، اس طنزیہ اور گستاخانہ سلام پر اس صبر و تحمل کے پیکر نے جواب دیا، ابو عامر ایسا نہ کہو میں نے مسلمانوں کو رسوا نہیں کیا البتہ ملک گیری کی ہوس میں مسلمانوں کی خونریزی پسند نہیں کی۔ [1]

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ چالیس ہزار سے زیادہ آدمیوں نے حسنؓ

ا۔(استیعاب:۱/ ۳۶۳ اور مستدرک حاکم، جلد ۳، تذکرہ حضرت حسنؓ)

کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور وہ سات مہینہ حجاز، یمن، عراق اور خراسان وغیرہ پر حکمران رہے اس کے بعد معاویہؓ شام سے ان کے مقابلہ کو نکلے جب دونوں قریب ہوئے تو حضرت حسنؓ کو اندازہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کام نہ آجائے گی اس وقت تک کسی فریق کا غلبہ پانا مشکل ہے، اس لئے چند شرائط پر آپ امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو گئے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہو گیا کہ میرا یہ لڑکا سید ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں میں صلح کرائے گا۔

شیعان علیؓ اس صلح کو جس نظر سے دیکھتے تھے اور اس کے بارہ میں ان کے جو جذبات تھے ان کا اندازہ ان خطابات سے ہو سکتا ہے جس سے وہ اس سردار خلد برین کو مخاطب کرتے تھے" مذل المومنین" مسلمانوں کو رسوا کرنے والے "مسود وجوہ المسلمین" مسلمانوں کو روسیاہ کرنے والے،" عارالمومنین" ننگ مسلمین یہ وہ خطابات

تھے جن سے حضرت حسنؓ کو خطاب کیا جاتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ صلح اور دستبرداری کو کس درجہ ناپسند کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت حسنؓ ایسے امن پسند، صلح جو نرم خو تھے کہ انہوں نے اول یوم ہی سے ارادہ کرلیا تھا کہ اگر بلا کسی خونریزی کے انہیں ان کی جگہ مل گئی تو لے لیں گے ورنہ اس کے لئے مسلمانوں کا خون نہ بہائیں گے، طبریؒ کا بیان ہے کہ حضرت حسنؓ کے ساتھ چالیس ہزار آدمی تھے، لیکن آپ جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے؛ بلکہ آپ کا خیال تھا کہ امیر معاویہؓ سے کچھ مقرر کرا کے دستبردار ہوجائیں۔

چنانچہ جس وقت آپ نے عراقیوں سے بیعت لی تھی، اسی وقت اس عزم کو اشارۃً ظاہر فرمادیا تھا، زہریؒ لکھتے ہیں کہ امام حسنؓ نے اہلِ عراق سے بیعت لیتے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ تم کو پورے طور سے میری اطاعت کرنی ہوگی، یعنی جس سے میں لڑوں گا اس سے لڑنا

ہوگا اور جس سے صلح کروں گا اس سے صلح کرنی پڑیگی اس شرط سے عراقی اسی وقت کھٹک گئے تھے کہ آپ آئندہ جنگ و جدال ختم کر دیں گے ؛ چنانچہ اسی وقت ان لوگوں نے آپس میں کہا تھا کہ ہمارے خیال کے آدمی نہیں اور لڑنا نہیں چاہتے ،اس کے چند روز بعد آپ کو زخمی کر دیا گیا۔

حضرت حسنؓ نے اپنے گھر والوں پر بھی یہ خیال ظاہر فرما دیا تھا ،ابن جعفرؓ کا بیان ہے کہ صلح کے قبل میں ایک دن حسنؓ کے پاس بیٹھا تھا جب چلنے کا ارادہ سے اٹھا تو انہوں نے میرا دامن کھینچ کر بٹھا لیا،اور کہا میں نے ایک رائے قائم کی ہے امید ہے کہ تم بھی اس سے اتفاق کرو گے،ابن جعفرؓ نے پوچھا کونسی رائے ہے؟ فرمایا میں خلافت سے دستبردار ہو کر مدینہ جانا چاہتا ہوں کیونکہ فتنہ برابر بڑھتا جاتا ہے ،خون کی ندیاں بہہ چکی ہیں ،عزیز کو عزیز کا پاس نہیں ہے، قطع رحم کی گرم بازاری ہے، راستے خطرناک ہو رہے ہیں،

سرحدیں بے کار ہوگئی ہیں، ابن جعفرؓ نے جواب دیا، خدا آپ کو امت محمدی کی خیر خواہی کے صلہ میں جزائے خیر دے، اس کے بعد آپ نے حسینؓ کے سامنے یہ رائے ظاہر کی، انہوں نے کہا، خدارا علیؓ کو قبر میں جھٹلا کر معاویہؓ کی سچائی کا اعتراف نہ کیجئے، آپ نے یہ سن کر حسینؓ کو ڈانٹا کہ تم شروع سے آخر تک برابر میری ہر رائے کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہو، خدا کی قسم میں طے کرچکا ہوں کہ تم کو فاطمہؓ کے گھر میں بند کرکے اپنا ارادہ پورا کروں گا، حسینؓ نے بھائی کا لہجہ درشت دیکھا تو عرض کیا آپ علیؓ کی اولاد اکبر اور میرے خلیفہ ہیں، جو رائے آپ کی ہوگی وہی میری ہوگی، جیسا مناسب فرمائے اس کے بعد آپ نے دستبرداری کا اعلان کیا۔ (۱)

ان واقعات سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ خلافت سے دستبرداری میں فوج کی کمزوری وغیرہ کا چنداں سوال نہ تھا؛ بلکہ آپ کو اس کا یقین

۱۔(ابن عساکر: ۴/ ۲۲۱/ ۲۲۲)

ہوگیا تھا کہ بغیر ہزاروں مسلمانوں کے خاک وخون میں تڑپے ہوئے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا اور جنگ جمل سے لے کر برابر مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہتی چلی آرہی ہیں، اس لئے آپ نے اسے روکنے کے لئے خلافت کو خیرباد کہہ کر مدینہ کی عزلت نشینی اختیار فرمائی: فجزاہ اللہ عن المسلمین خیرالجزاء۔

اصلاح عقائد

ذہب کی بنیاد صحت عقائد پر ہے، اس میں فتور پیدا ہونے سے مذہب کی پوری عمارت متزلزل ہوجاتی ہے، حضرت حسنؓ کو عقیدہ کی درستی اوراس کی اصلاح کا ہمیشہ خیال رہا اس بارے میں آپ نہایت سختی سے کام لیتے تھے شیعیان علی میں ایک جماعت کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ نے عام انسانوں کی طرح وفات نہیں پائی، اور وہ قیامت سے پہلے ہی زندہ ہوجائینگے، حضرت حسنؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا، یہ لوگ جھوٹے ہیں، خدا کی قسم ایسے لوگ کبھی شیعہ

نہیں ہوسکتے اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ عنقریب ظاہر ہوں گے تو نہ ان کی میراث تقسیم کرتے نہ ان کی عورتوں کا عقد ثانی کرتے۔ (۱)

عبادت

عبادت الٰہی آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور وقت کا بڑا حصہ آپ اس میں صرف فرماتے تھے۔

امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے آپ کے حالات دریافت کئے اس نے بتایا کہ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے ہیں، پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور آنے جانے والوں سے ملتے ہیں دن چڑھے چاشت پڑھ کر امہات المومنین کے پاس سلام کرنے کو جاتے ہیں، پھر گھر ہو کر مسجد چلے آتے ہیں۔ (۲)

مکہ کے زمانہ قیام میں معمول تھا کہ عصر کی نماز خانہ کعبہ میں

۱۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ علیؓ بن حسینؓ)

۲۔ (ابن عساکر: ۴/ ۳۰۹)

باجماعت ادا کرتے تھے نماز کے بعد طواف میں مشغول ہو جاتے ،ابو سعید راوی ہیں کہ حسنؓ وحسینؓ نے امام کے ساتھ نماز پڑھی، پھر حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف کے سات پھیرے کئے اور دو رکعت نماز پڑھی لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ دونوں خانوادہ نبوی کے چشم و چراغ ہیں تو شائقانِ جمال چاروں طرف سے پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور بھیڑ کی وجہ سے راستہ رک گیا حضرت حسینؓ اس ہجوم میں گھر گئے،حضرت حسنؓ نے ایک ،رکانی کی مدد سے انہیں ہجوم سے چھڑایا ،ایک تختی پر سورہ کہف لکھوائی تھی روزانہ سوتے وقت اسے تلاوت فرماتے اور بیویوں کے پاس ساتھ لے جاتے ۔۔۔ (۱)

ہر طرح کی سواریاں رکھتے ہوئے پا پیادہ حج کرتے تھے امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ امام حسنؓ نے متعدد حج پا پیادہ کئے،فرماتے تھے کہ

۱۔(یہ واقعات ابن عساکر:۴/ ۲۱۲ تا ۲۱۴ سے ماخوذ ہیں)

مجھے خدا سے حجاب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ملوں اور اس کے گھر پا پیادہ نہ گیا ہوں۔ (۱)

صدقات وخیرات

صدقہ وخیرات اور فیاضی وسیر چشمی آپ کا خاندانی وصف تھا لیکن جس فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں اپنی دولت اور مال و متاع لٹاتے تھے اس کی مثالیں کم ملیں گی، تین مرتبہ اپنے کل مال کا آدھا حصہ خدا کی راہ میں دے دیا اور تنصیف میں اتنی شدت کی کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات کر دیا۔ (۲)

ایک مرتبہ ایک شخص بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لئے دعا کر رہا تھا، آپ نے سن لیا گھر جا کر اس کے پاس دس ہزار نقد بھجوا دیئے۔۔۔۔ (۳)

۱۔ (تہذیب الاسماء: ۱/ ۱۵۸)

۲۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۱۳)

۳۔ (ابن عساکر: ۴/ ۲۱۴)

آپ کی اس فیاضی سے دوست ودشمن یکساں فائدہ اٹھاتے تھے ،ایک مرتبہ ایک شخص مدینہ آیا، یہ حضرت علیؓ کا دشمن تھا اس کے پاس زادراہ اورسواری نہ تھی،اس نے مدینہ والوں سے سوال کیا کسی نے کہا یہاں حضرت حسنؓ سے بڑھ کر کوئی فیاض نہیں ان کے پاس جاؤ ؛چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے سواری اورزادراہ دونوں کا انتظام کرادیا لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ نے ایسے شخص کے ساتھ کیوں سلوک کیا جو آپ اورآپ کے والد بزرگوار دونوں سے بغض رکھتا ہے فرمایا کیا اپنی آبرو نہ بچاؤں۔ [۱]

لیکن آپ کی دولت سے وہی لوگ متمتع ہوتے تھے جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے ایک مرتبہ آپ نے ایک بڑی رقم فقرااورمساکین کے لئے جمع کی ،حضرت علیؓ نے اس کی تقسیم کا اعلان کردیا لوگ سمجھے کہ اعلان صلائے عام ہے، اس لئے جوق درجوق جمع ہونے

۱۔(ابن عساکر:۴/ ۲۱۴)

لگے، آدمیوں کی یہ بھیڑ دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اعلان کیا کہ یہ رقم صرف فقراء ومساکین کے لئے ہے اس اعلان پر تقریباً آدھے آدمی چھٹ گئے اور سب سے پہلی اشعث بن قیس نے حصہ پایا۔

آپ نہ صرف خود بھی فیاض تھے؛ بلکہ دوسروں کی فیاضی دیکھ کر خوش ہوتے تھے ایک مرتبہ مدینہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف گزرے دیکھا کہ ایک حبشی غلام ایک روٹی لئے ایک لقمہ خود کھاتا ہے اور دوسرا کتے کو دیتا ہے اسی طریقہ سے آدھی روٹی کتے کو کھلادی، آپ نے غلام سے پوچھا کتے کو دھتکار کیوں نہ دیا اس نے کہا میری آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے حجاب معلوم ہوتا تھا، پھر پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا آبان بن عثمان کا غلام ہوں، پوچھا باغ کس کا ہے؟ معلوم ہوا ان ہی کا ہے فرمایا اچھا جب تک میں لوٹ نہ آؤں تم کہیں نہ جانا یہ کہہ کر اسی وقت آبان کے پاس گئے اور باغ اور غلام دونوں خرید کر واپس آئے اور غلام سے کہا میں نے تم کو خرید لیا وہ تعظیماً کھڑا ہوگیا

اور عرض کیا مولائی، خدا، رسول اور آقا کی خدمت گزاری کے لئے حاضر ہوں، جو حکم ملے، آپ نے فرمایا میں نے باغ بھی خرید لیا تم خدا کی راہ میں آزاد ہو اور باغ تم کو ہبہ کرتا ہوں، غلام پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اس نے کہا آپ نے مجھے جس کی راہ میں آزاد فرمایا ہے اس کی راہ میں میں یہ باغ دیتا ہوں۔ [۱]

اس قسم کے واقعات بہت سے ہیں آپ کی فیاضی مشہور تھی، مدینہ میں جو حاجتمند آتا تھا لوگ اس کو آپ ہی کے در دولت کا پتہ دیتے تھے۔

خوش خلقی

اس فیاضی کے ساتھ آپ حد درجہ خوش خلق بھی تھے، اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی حاجت پوری فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص حضرت حسینؓ کے پاس اپنی کوئی ضرورت لے کر گیا، آپ معتکف

۱۔ (ابن عساکر: ۴/ ۲۱۴)

تھے،اس لئے معذرت کردی، یہاں سے جواب پاکر وہ حضرت حسنؓ کے پاس آیا، آپ بھی متعکف تھے مگر اعتکاف سے نکل کر اس کی حاجت پوری کردی ،لوگوں نے کہا حسینؓ نے تو اس شخص سے اعتکاف کا عذر کیا تھا فرمایا خدا کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت پوری کردینا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔۔۔ (۱)

ایک دن آپ طواف کررہے تھے،اسی حالت میں ایک شخص نے آپ کو اپنی کسی ضرورت کے لئے ساتھ لیجانا چاہا،آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہوگئے اور جب اس کی ضرورت پوری کرکے واپس ہوئے تو کسی حاسد نے اعتراض کیا کہ آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ چلے گئے؟ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے جاتا

۱۔(ابن عساکر،جلد ۴،تذکرۂ حسین)

ہے اوراس کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو جانے والے کوایک حج اورایک عمرہ کا ثواب ملتا ہےاوراگرنہیں پوری ہوتی توبھی ایک عمرہ کا ایسی صورت میں کسی طرح نہ جاتا، میں نے طواف کے بجائے پورے ایک حج اورایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا اورپھر واپس ہوکر طواف بھی پورا کیا۔

ضبط وتحمل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ ”حسنؓ کو میرا علم اورمیری صورت ملی ہے، حضرت حسنؓ کی ذات اس ارشاد گرامی کی مجسم تصدیق تھی جودستبرداری کے حالات میں اوپر گزر چکا ہے کہ نا آشنائے حقیقت آپ کو کن کن نازیبا کلمات سے خطاب کرتے تھے کوئی مذلل المومنین“ کوئی ”مسود وجوہ المومنین“ کوئی عارالمومنین“ کہتا لیکن اس پیکر علم کی جبین پر شکن نہ پڑتی اورنہایت نرمی سے جواب دیتا کہ میں ایسا نہیں ہوں، البتہ ملک کی طمع میں

مسلمانوں کی خونریزی نہیں پسند کی۔

مروان جمعہ کے دن منبر پر چڑھ کر برسرعام حضرت علیؓ پر شب وشتم کرتا تھا، حضرت حسنؓ اس کی گستاخیوں کو اپنے کانوں سے سنتے اور خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ دیتے، ایک مرتبہ اس نے ایک شخص کو زبانی نہایت فحش باتیں کہلا بھیجیں، آپ نے سن کر صرف اس قدر جواب دیا کہ اس سے کہہ دینا کہ خدا کی قسم میں تم کو گالی دے کر تم پر سے دشنام دہی کا داغ نہ مٹاؤں گا، ایک دن ہم تم دونوں خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے، اگر تم سچے ہو تو خدا تمہیں تمہاری سچائی کا بدلہ دیگا، اور اگر جھوٹے ہو تو وہ بڑا منتقم ہے، ایک مرتبہ حضرت حسنؓ اور مروان میں کچھ گفتگو ہورہی تھی، مروان نے رُودر رُو نہایت درشت کلمات استعمال کئے؛ لیکن آپ سُن کر خاموشی سے پی گئے۔

اس غیر معمولی ضبط وتحمل سے مروان جیسے شقی اور سنگدل پر بھی اثر

تھا؛ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازہ پر روتا تھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اب کیوں روتے ہو، تم نے ان کے ساتھ کیا کیا نہ کیا اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے کہا میں نے جو کچھ کیا وہ اس سے زیادہ حلیم وبردبار کے ساتھ کیا۔ (۱)

آپ کی زبان کبھی کسی تلخ اور فحش کلمہ سے آلودہ نہیں ہوئی، انتہائی غصہ کی حالت میں بھی وہ "رغف انفہ" یعنی تیری ناک خاک آلود ہو، اس سے زیادہ نہ کہتے تھے جو عربی زبان میں بہت معمولی بات ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ سخت کلامی کا نمونہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ان میں اور عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ میں ایک زمین کے بارہ میں جھگڑا ہوگیا، انہوں نے ایک مفاہمت کی صورت پیش کی، مگر عمرو اس پر رضامند نہ ہوئے، ان کے انکار پر حسن رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور انہوں نے جھلا کر کہا "لیس لہ عندنا الا مارغف

۱۔ (ابن عساکر: ۴/۲۱۶)

انفہ"۔

کتاب الفضائل

یوں تو حضرت حسنینؓ کی ذات گرامی مجمع الفضائل تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر معمولی محبت وشفقت آپ کی فضیلت کا نمایاں باب ہے، کتب احادیث وسیر کے ابواب الفضائل ان دونوں کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ فضائل نقل کئے جاتے ہیں،؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں بھائیوں کے ساتھ یکساں محبت تھی، اس لئے بعض امتیازی اور انفرادی فضائل کے علاوہ عموماً اور بیشتر دونوں کے فضائل اس طرح مشترک ہیں کہ ان دونوں کا جدا کر کے لکھنا مشکل ہے، اس لئے دونوں کے فضائل لکھ دیئے جاتے ہیں۔

☆......حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بڑے حلیم، کریم اور متقی و پرہیزگار تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں دو بار اپنا سارا مال اللہ کی

راہ میں خرچ کر دیا۔اس کے علاوہ جب بھی راہ خدا میں مال لٹانے کی باری آئی تو انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ایک روایت کے مطابق آپ نے ۵۰/مرتبہ پیدل حج کیا۔وہ کہتے تھے کہ: مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور اس تک پیدل چل کر نہ جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تمام اہل بیت میں حضرت حسنینؓ سے بہت زیادہ محبت تھی،حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اہل بیت میں مجھ کو حسنؓ و حسینؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (۱)

☆......آپ خدا سے بھی اپنے ان محبوبوں کے ساتھ محبت کرنے کی دعا فرماتے تھے،حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو آپ

۱۔(ترمذی فضائل حسنؓ و حسینؓ)

فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا، بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چمٹ گئے آپ نے فرمایا، خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لیے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔ ①

دوسری روایت میں ان کا بیان ہے کہ اس شخص (حضرت حسنؓ) کو اس وقت سے میں محبوب رکھتا ہوں، جب سے میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیکھا، یہ ریش مبارک میں انگلیاں ڈال رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان ان کے منہ میں دے کر فرماتے تھے کہ خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں، اس لئے تو بھی محبوب رکھ۔ ②

☆......عبادت کے موقع پر بھی حسنؓ و حسین کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکتے

۱۔(مسلم کتاب الفضائل الحسن والحسین)
۲۔(مستدرک حاکم، جلد ۳، فضائل حسینؓ)

تھے، ابو بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حسنؓ و حسینؓ سرخ قمیض پہنے ہوئے خراماں خراماں آتے ہوئے دکھائی دیئے انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا خدا نے سچ کہا ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں، ان دونوں بچوں کو خراماں آتے ہوئے دیکھ کر میں ضبط نہ کر سکا اور خطبہ توڑ کر ان کو اٹھا لیا۔ [۱]

☆......حسنؓ و حسینؓ نماز پڑھنے کی حالت میں آپ کے ساتھ طفلانہ شوخیاں کرتے تھے؛ لیکن آپ نہ انہیں روکتے تھے اور نہ ان کی شوخیوں پر خفا ہوتے تھے؛ بلکہ ان کی طفلانہ اداؤں کو پورا کرنے میں امداد دیتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے وقت رکوع میں جاتے تو حسنؓ و حسینؓ دونوں ٹانگوں کے اندر گھس جاتے آپ ان

۱۔(ترمذی فضائل حسنؓ و حسینؓ)

دونوں کے نکلنے کے لئے ٹانگیں پھیلا کر راستہ بنا دیتے۔[۱]

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہوتے تو دونوں جست کر کے پشت مبارک پر بیٹھ جاتے، آپ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک دونوں خود سے نہ اتر جائے۔[۲]

دوش مبارک پر سوار کر کے کھلانے کے لئے نکلتے، ایک مرتبہ آپ حسنؓ کو کندھے پر لے کر نکلے، ایک شخص نے دیکھ کر کہا، میاں صاحبزادے کیا اچھی سواری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔[۳]

☆......کبھی کبھی دونوں کو چادر میں چھپائے ہوئے باہر تشریف لاتے، اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ضرورت سے گیا آپ کوئی چیز

۱۔(تہذیب التہذیب:۲/۲۹۶)
۲۔(اصابہ، جلد ۲، تذکرہ حسنؓ)
۳۔(ترمذی مناقب الحسن)

چادر میں چھپائے ہوئے تشریف لائے، میں اپنی ضرورت پوری کر چکا تو پوچھا آپ چادر میں کیا چھپائے ہیں؟ آپ نے چادر ہٹادی تو اس میں سے حسنؓ و حسینؓ برآمد ہوئے آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بچے اور میری لڑکی کے لڑکے ہیں خدایا میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں۔

نبوت کی حیثیت کو چھوڑ کر جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشری حیثیت کا تعلق ہے، حسنؓ و حسینؓ کی ذات گویا ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جزو تھی، یعلیٰؓ بن مرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں، جو شخص حسینؓ کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے، حسینؓ اسباط کے ایک سبط ہیں۔

☆...... حسنؓ و حسینؓ کو آپ اپنے جنت کے گل خندان فرماتے تھے، ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے

کہ حسنؓ و حسینؓ میرے جنت کے دو پھول ہیں۔

☆......حسنؓ و حسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں، حذیفہؓ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب اور عشا کی نماز پڑھی، عشا کی نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے چلے میں بھی پیچھے ہولیا، میری آواز سن کر آپ نے فرمایا، کون؟ حذیفہؓ! میں نے عرض کیا، جی، فرمایا خدا تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت کرے، تمہاری کوئی ضرورت ہے، دیکھو ابھی یہ فرشتہ نازل ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا، اس کو خدا نے اجازت دی ہے کہ وہ مجھے سلام کہے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی اور حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں تھے اور وہ اپنی انگلیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک میں ڈال رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے :اللھم انی احبہ فاحبہ ۔ترجمہ: اے اللہ میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ۔ [۱]

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ نے فرمایا: ایک وقت اندھیری رات میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بے پناہ محبت فرمایا کرتے،امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اپنی والدۂ محترمہ کے پاس جانا چاہتا ہوں ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا میں ان کے ساتھ جاؤں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ اتنے میں آسمان سے ایک نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں چلتے ہوئے سیدنا حضرت

ا۔(صواعق محرقہ صفحہ نمبر 467)

امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس پہنچ گئے۔ [۱]

☆......حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بسا اوقات) سجدہ فرماتے، اتنے میں حسنؓ و حسینؓ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ لمبا فرما دیتے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ طویل فرما دیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ''میرے لختِ جگر میری پیٹھ پر سوار تھے، اس لیے جلدی کرنا مجھے اچھا نہ لگا۔'' [۲]

☆......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہوتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تو سیدنا حسنؓ و حسینؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر جا بیٹھتے، صحابۂ کرامؓ انہیں روکنا چاہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارے سے منع فرما دیتے کہ انہیں مت روکو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو انہیں اپنی

۱۔(دلائل النبوۃ للاصفھانی، باب ذکر اضاءۃ العصا، حدیث نمبر:487)

۲۔(مسندِ ابو یعلیٰ موصلی)

گود میں بٹھا لیتے اور فرماتے کہ: ''جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ ان سے بھی محبت رکھے۔'' ۱

☆......عبداللہ بن نجیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو حضرت علیؓ کے خادم تھے کہ وہ ایک سفر میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، صفین کی طرف جا رہے تھے، ہم لوگ جس وقت نینویٰ (نامی) بستی کے قریب پہنچے تو حضرت علیؓ نے مجھے آواز دے کر فرمایا: ابو عبداللہ، ٹھہر جایئے! ابو عبداللہ، ذرا فرات کے کنارے رکیے! میں نے عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمانے لگے، میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں پُرنم ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہیں خیر تو ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے غمگین کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے نہیں

۱۔(معجم الطبرانی الکبیر)

ستایا، دراصل بات یہ ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے جبرائیلؑ میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ ﷺ کے نواسے حسینؓ کو دریائے فرات کے کنارے قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا اگر چاہیں تو اس سرزمین کی مٹی آپ ﷺ کو سنگھاؤں؟ میں نے کہا ،ضرور لائیے، اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ایک مٹھی مٹی مجھے تھما دی، اس پر میرے آنسو بہہ نکلے۔ [۱]

☆......حضرت انسؓ فرماتے ہیں، آپ ﷺ سجدہ فرماتے، اتنے میں حسنؓ و حسینؓ آکر آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر سوار ہو جاتے جس کی وجہ سے آپ ﷺ سجدہ طویل فرما دیتے۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا جاتا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے سجدہ بہت طویل فرمایا (کیا بات تھی؟) تو آپ ﷺ فرماتے میرے بیٹے میری پشت پر سوار تھے۔ اس لیے جلدی کرنا اچھا نہ

۱۔(مسند احمد)

لگا۔ (۱)

☆......عبدالرحمن بن ابی نعیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حسنؓ و حسینؓ میری دنیا کی بہار ہیں۔ (۲)

☆یعلی بن مرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے کی ایک دعوت میں جارہے تھے، راستے میں دیکھا کہ حضرت حسینؓ کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے آگے بڑھے اور حضرت حسینؓ کو پکڑنے کے ارادے سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر حضرت حسینؓ کی طرف متوجہ ہوئے، وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے دل لگی فرماتے رہے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ایک دستِ مبارک ان کی ٹھوڑی کے نیچے دیا اور دوسرے ہاتھ سے گدی پکڑ کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا،

۱۔(مسند ابو یعلیٰ موصلی)

۲۔(صحیح بخاری)

حسینؓ مجھ سے ہے، میں حسینؓ سے ہوں۔ حسینؓ ایک عظیم نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ (۱)

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: اے فاطمہؓ، میں، تم اور یہ دونوں یعنی حسنؓ اور حسینؓ اور یہ سونے والا یعنی علیؓ قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے۔ (۲)

☆......عمرو بن شعیبؓ سے مروی ہے کہ وہ زینب بنت ابی سلمہؓ کے ہاں گئے تو انہوں نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) حضرت ام سلمہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنؓ کو ایک جانب بٹھایا اور حضرت حسینؓ کو دوسری جانب اور سیدہ فاطمہؓ کو دونوں کے درمیان بٹھایا اور فرمایا: رحمۃ اللہ علیکم اہل البیت۔ یعنی اس گھرانے پر اللہ کی رحمتیں ہیں۔ (۳)

۱۔(سنن ابنِ ماجہ)
۲۔(مسندِ احمد)
۳۔(معجم الطبرانی کبیر واوسط)

☆......حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا: جس کے ساتھ تمہاری جنگ اس کے ساتھ میری جنگ اور جس کے ساتھ تمہاری صلح اس کے ساتھ میری بھی صلح اور مسندِ احمد کی روایت میں یوں ہے: جو تم سے لڑے گا، اس کے ساتھ میری بھی لڑائی اور جو تم سے صلح کرے گا، اس کے ساتھ میری بھی صلح۔ [۱]

☆......داؤد بن ابوعوفؒ سے مروی ہے، جو انتہائی ثقہ تھے، وہ ابو حازمؒ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے "جس نے حسنؓ و حسینؓ سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔" [۲]

۱۔(جامع، سنن ترمذی)
۲۔(سنن ابنِ ماجہ)

انفرادی فضائل

ان مشترک فضائل کے علاوہ حضرت حسنؓ کے کچھ امتیازی فضائل الگ ہیں، جو انہیں حضرت حسینؓ سے ممتاز کرتے ہیں، ان فضائل میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا، امیر معاویہؓ سے صلح کے وقت حضرت حسنؓ نے اس پیشین گوئی کی عملی تصدیق فرمائی ایک موقع پر فرمایا کہ حسنؓ کو میرا علم عطا ہوا ہے۔

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

٨ جمادی الاٰلجہ ١٤٤٤ھ